مولانا محمد جہان یعقوب*

حقوق نسواں کی علمبردار امریکی خاتون کا قبول اسلام

وہ امریکہ کے قلب نیویارک میں پیدا ہوئی۔ اس کی ابتدائی جوانی ایک امریکی لڑکی ہی کی طرح گزری۔ اس کا ایک ہی شوق تھا کہ امریکا کے عظیم شہر کی تفریح بھری زندگی کی جاذبیت اور دلکشی کی دوڑ میں حصہ لے اور سب سے آگے نکل جائے۔ لیکن اسے لگتا تھا کہ اس کی کوشش جس قدر بڑھتی اور وہ جتنا بظاہر کامیابیوں کی منزلیں طے کرتی جاتی ،اس کی بے اعتمادی میں اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ وہ اپنے باطن میں ایک انجانا سا خلا...... ایک عجیب سی کمی محسوس کررہی تھی۔ اس کا معیار زندگی بظاہر جتنا اونچا ہورہا تھا، اس کا اندر کا اعتماد اتنا ہی ٹوٹتا جارہا تھا۔ وہ اس کا حل چاہتی تھی مگر اسے کوئی حل سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

آخر وہ اس زندگی سے تنگ سی آگئی ۔تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق اس نے خود کو نشے کے حوالے کردیا، مگر اندر کی بے کلی تھی کہ بجائے کم ہونے کے بڑھتی ہی جارہی تھی۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ خود کو مصروف رکھ کر وہ ان سوچوں سے جان چھڑا سکتی ہے، چنانچہ وہ حقوق نسواں کی ترجمان سماجی کارکن کے طور پر فلاحی اور رفاہ عامہ کے کام کرنے لگی، اس نے بہت کم عرصے میں اس میدان میں بھی فتح کے جھنڈے گاڑدیے، اور اس کے نام کا ہر طرف ڈنکا بجنے لگا، مگر...... مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ...... جس رفتار سے اس کی ترقی میں اضافہ اور اس کے کیریئر میں نکھار آرہا تھا، اسی سرعت سے اس کے اندر کی خود اعتمادی کا بت ریزہ ریزہ ہوتا جارہا تھا۔ آخر وہ کیا چیز ہے جس کے حصول کا اس کے ضمیر کی طرف سے مطالبہ ہے، وہ بہت سوچنے کے باوجود سمجھنے میں ناکام تھی، یکسر ناکام۔

اچانک اس کی زندگی میں نائن زیرو آگیا...... ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹاگون کی تباہی کے بعد اس نے دیکھا کہ ہر طرف سے اسلام پر حملے ہورہے ہیں۔ ہندو، یہودی اور عیسائی دنیا اگر اپنی توانائیاں کسی چیز کے خلاف صرف کررہی ہے تو وہ اسلام اور اسلامی اقدار ہیں۔ اسلام سے اسے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی، نہ مثبت نہ منفی، وہ اسلام کو ماضی

* انچارج ادارتی صفحہ ہفت روزہ اخبار المدارس، کراچی

کا ایک افسانہ، ایک بھولی بسری کہانی اور ''پتھروں کے دور'' کی ایک یادگار سمجھتی تھی۔ جب اس کے کانوں میں ہر طرف سے یہ آوازیں گونجنے لگیں کہ اسلام عورتوں کا استحصال کرتا اور اسے گھر کی نوکرانی اور شوہر کے پاؤں کی جوتی سے زیادہ کوئی مقام نہیں دیتا، تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی اپنی آواز بھی اس اسلام مخالف ''شوروغوغا'' میں شامل کرلے، بلکہ اسے اس کی شہرت اور معاشرے میں ایک اسٹیٹس کا حامل ہونے کی وجہ سے اس بات کی باقاعدہ پیشکشیں ہونے لگیں۔ اس نے پہلے تو سوچا کہ وہ بھی اس رو میں بہہ جائے، کیوں کہ وہ عورتوں کی آزادی کی علمبردار ہے اور بزعم خویش اسلام حقوق نسواں کی راہ کی سب سے بڑی دیوار ہے۔

پھر جانے کیوں...... اس نے فیصلہ کیا کہ پہلے تحقیق کرلینی چاہیے۔ اسے یقین تھا کہ اس کی تحقیق اسکی اسلام مخالفت میں مزید شدت کا باعث بنے گی، اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس تحقیق سے اسکی اپنی رائے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں یکسر بدل جائے گی، ورنہ شاید وہ ''یہ کڑوا گھونٹ'' پینے کی شاید زحمت بھی گوارا نہ کرتی۔

تحقیق کی ابتدا اس نے ایک ایسے سینئر سماجی کارکن سے ملاقات کے ذریعے کی، جو بلاتفریق ملک ومذہب سارے انسانوں کے لیے انصاف اور فلاح وبہبود کا داعی تھا۔ اس ملاقات کے بعد اسے احساس ہوا کہ انصاف، آزادی اور احترام انسانیت آفاقی اقدار ہیں، جن کی دوسرے مذاہب سے بڑھ کر اسلام دعوت وترغیب دیتا ہے۔ یہ اس کے لیے ایک بڑا انکشاف تھا، جسے وہ آسانی سے قبول نہیں کرسکتی تھی۔

اس نے ایک اسلامک ریسرچ سینٹر سے رابطہ کرکے قرآن مجید کا ترجمہ حاصل کیا اور اس کا مطالعہ کرنے لگی۔ پہلے تو قرآن کے اسلوب وانداز نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا، پھر اس کتاب میں کائنات، انسان اور زندگی کے بارے میں بیان کردہ ناقابل تردید حقائق نیز عبد ومعبود کے رشتے پر جو روشنی ڈالی گئی ہے، ایسی جامع تفصیل اسے اس سے قبل کسی کتاب، کسی فلسفے اور کسی مفکر ومصنف کی تھیوری میں نظر نہیں آئی تھی۔ وہ بے اختیار یہ سوچنے لگی کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا...... اس انقلابی کتاب ہدایت نے اس کے اندر گویا ایک بھونچال سا برپا کردیا۔ اس نے دیکھا کہ قرآن نے اپنی تعلیمات کا مخاطب براہ راست انسان اور اس کی روح کو بنایا ہے۔ اس نے قرآن میں بیان کردہ عورت کے حقوق کا مقابلہ دوسرے ادیان ومذاہب سے کیا، تو اس میں بھی اسلام کو سب سے بڑھ کر پایا، پھر اس نے حضور اکرم ﷺ کے فرامین، آپ ﷺ کے صحابہ کرام کی مبارک زندگیوں کو دیکھا تو قرآنی ہدایات کا کامل ومکمل نمونہ اور عکس جمیل نظر آیا، جب کہ دوسرے ادیان ومذاہب کے ''بڑے'' اسے صرف ''گفتار کے غازی'' نظر آئے...... اور آخر کار وہ لمحہ آگیا جب اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ جس سکون کیلئے بیتاب ہے، وہ صرف اسلام قبول کرکے ہی حاصل

ہوسکتا ہے۔اس کی داخلی بے تابیوں اور اضطراب کا علاج صرف ایمان سے ہوسکتا ہے اور اس کے مسائل کا حل مہم جوئی میں نہیں عملی مسلمان بننے میں ہے۔

وہ اب اسلامی زندگی سے زیادہ دیر دور بھی نہیں رہ سکتی تھی، اس نے اسلام قبول کر کے ایک مسلمان مرد سے نکاح کر لیا۔اس نے ایک برقعہ اور سر اور گردن کو ڈھکنے والا اسکارف خرید لیا، جو ایک مسلم عورت کا شرعی لباس ہے۔سب کچھ ویسا ہی تھا بس ایک چیز بدلی ہوئی تھی یعنی اس کا اندرونی اطمینان وسکون اور خود اعتمادی اور تحفظ کا احساس......گویا وہ حقیقی آزادی کی منزل سے اب ہمکنار ہوئی ہو۔وہ اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہے:

''میں بڑی خوش تھی کہ ان آنکھوں میں اب تعجب اور دوری کے آثار تھے، جو پہلے مجھ کو ایسے دیکھتے تھے جیسے شکاری اپنے شکار کو اور باز ننھی چڑیا کو۔حجاب نے میرے کندھوں کے ایک بڑے بوجھ کو ہلکا کر دیا اور مجھے ایک خاص طرح کی غلامی اور ذلت سے نکال دیا تھا۔اب دوسروں کے دلوں کو لبھانے کیلئے میں گھنٹوں میک اپ نہیں کرتی تھی۔ اب میں اس غلامی سے آزاد تھی۔ابھی تک میرا پردہ یہ تھا کہ صرف ہاتھ اور چہرے کو چھوڑ کر میرا پورا جسم ڈھکا ہوتا، میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں چہرہ بھی ڈھکنا چاہتی ہوں، اس لیے کہ مجھے لگتا ہے کہ یہ میرے رب کو زیادہ راضی کرنے والا عمل ہوگا، انہوں نے میری حوصلہ افزائی کی، وہ مجھے ایک دکان پر لے گئے جہاں میں نے ایک عربی برقعہ خریدا اور مکمل شرعی پردہ کرنے لگی۔آج مجھے اپنے فحش لباس کو اتار کر اور مغرب کی دلربا طرز زندگی کو چھوڑ کر اپنے خالق کی معرفت وبندگی والی ایک باوقار زندگی کو اختیار کرنے سے جو مسرت واطمینان کا احساس ہوا ہے میں اس کی کوئی مثال نہیں دے سکتی......میری وہ سہیلیاں جو میرے ساتھ حقوق نسواں کے محاذ پر معروف کار تھیں، مجھے ڈراتی تھیں کہ اسلام قبول کر کے تم ایک عضو معطل بن کر رہ جاؤ گی، مگر یہ ان کی کم فہمی یا اسلام کے بارے میں غلط سوچ تھی، الحمدللہ! اب میں بھی عورتوں کے حقوق کی حامی وداعی ہوں، جو مسلم عورتوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اپنی ایمانی ذمہ داریوں کو ادا کریں، اپنے شوہروں کی ایک اچھا مسلمان بننے میں مدد کریں، اپنے بچوں کو اس طرح تربیت دیں کہ وہ استقامت کے ساتھ دین پر جم کر اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کیلئے مینارہ نور بن جائیں''۔۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے